7

حیات و سوانح:

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

ارمغانِ چین
علامہ اقبالؒ اور اُن کی شاعری

پروفیسر شان یون

محترمہ شان یون، پیکنگ یونیورسٹی بیجنگ، عوامی جمہوریہ چین کے شعبۂ اردو کی صدر ہیں۔ ایک مدت سے چینی طلبا اور طالبات کو اردو کی تعلیم دے رہی ہیں۔ اس وقت ان کے کئی شاگرد چین میں اور چین سے باہر مترجم کے فرائض انتہائی خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔

محترمہ شان یون اس طرح اردو بولتی ہیں کہ ایک اجنبی کو یہ معلوم ہی نہیں ہو سکتا کہ یہ خاتون پاکستانی نہیں چینی ہیں۔ موصوفہ نے اپنے شاگردوں کے لیے خود اردو کے نصاب مرتب کیے ہیں۔ گرامر کی ایک کتاب تحریر کی ہے۔ کئی اردو افسانوں کو چینی زبان میں منتقل کیا ہے۔ آجکل اردو کے طویل مختصر افسانوں کا ترجمہ کرنے میں مصروف ہیں۔

شان یون نے "مٹی کا دیا" کا ترجمہ قریب قریب مکمل کر لیا ہے۔

یہ مقالہ پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ اس کی مصنفہ کو اردو پر بڑی قدرت حاصل ہے اور وہ ہر قسم کے خیال کو اس زبان میں پیش کرنے کی مہارت رکھتی ہیں۔

(مرزا ادیب)

©2002-2006

۱۸۷۷ء میں علامہ اقبال سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے سیالکوٹ اور لاہور میں تعلیم حاصل کی۔ ان بیرد
تہذیبی شہروں نے ان کی پرورش کی۔ نتیجے کے طور پر اقبال ایک عظیم وطن پرست اور مشہور شاعر نکلے۔

پاکستان کے عوام اقبال سے محبت کرتے ہیں کیونکہ وہ نہ صرف اردو کے عظیم شاعر ہیں بلکہ انھوں نے نظریہ
ستان کا اساسی تخیل بھی مہیا کیا۔ مشرق کے عوام ان کا احترام کرتے ہیں کیونکہ وہ نہ صرف ممتاز شاعرِ مشرق ہیں بلکہ
رق کے مظلوم و محکوم عوام کے ترجمان بھی ہیں۔ ساری دنیا کے عوام ان کی عزت کرتے ہیں کیونکہ وہ نہ صرف ایک
الاقوامی شہرت رکھنے والے شاعر ہیں بلکہ سامراج اور نوآبادیت کے خلاف جدوجہد میں ایک بہادر سپاہی بھی
ت ہوئے۔

جہاں تک چینی عوام کا تعلق ہے ہم بھی اقبال کی تہِ دل سے تعریف کرتے ہیں۔ قومی آزادی کے لیے اور بنی نوع
ن کی تہذیب و تمدن کے لیے ان کی خدمات پر ہم واہ واہ کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اقبال چینی عوام کے پرانے دوست
۔ نصف صدی پہلے انھوں نے اپنی شاعری سے چینی عوام کی قومی آزادی کی تحریک کا ساتھ دیا۔ انھوں نے اپنی شاعری
لکھا ہے:

گیا دورِ سرمایہ داری گیا
تماشا دکھا کر مداری گیا

گراں خواب چینی سنبھلنے لگے
ہمالہ کے چشمے ابلنے لگے

اس کے بعد ۱۹۴۹ء میں نئے چین کے قیام نے چینی عوام کی دلی خواہش کو حقیقت کا روپ دیا۔ سامراجی اور ان کے

پاتو کے پیچ پیچ چھین سے بلکہ دنیا کے بہت سے ممالک سے دم دبا کر بھاگ گئے۔

اقبال نے عوام کے لیے بہت کچھ لکھا۔ یہاں ان کی ہر ایک نظم کا ذکر کرنا ناممکن ہے لیکن دو ایک نظموں کا ذکر لازمی ہے۔ ان دو نظموں میں سے ایک کا عنوان ہے "سرمایہ اور محنت"۔ اور دوسری کا عنوان ہے "خدا کا فرمان"۔

سب سے پہلے اقبال کو زمانے کا صحیح تصور تھا۔ اقبال تقریباً چالیس سال تک شاعری لکھتے رہے، یعنی اس صدی کے شروع سے ۱۹۳۸ء میں ان کے انتقال تک۔ یہ ایسا زمانہ تھا جس میں قومی آزادی کی تحریکیں زوروں پر تھیں اور نوآبادیاتی ڈھانچہ ٹکڑے ٹکڑے ہوتا جا رہا تھا۔ برصغیر جنوبی ایشیا میں برطانوی سامراج کے خلاف قومی آزادی کے حصول کے لیے جدوجہد ہوتی رہتی تھی۔ اقبال نے اپنی نظم میں لکھا ہے:

زمانے کے انداز بدلے گئے
نیا راگ ہے ساز بدلے گئے

ان کے خیال میں پرانا زمانہ فرسودہ ہو گیا ہے اور اس کی جگہ پر ایک نئے زمانے کا قیام لازمی ہے۔ نئے زمانے کا مطلب کیا ہے؟ اقبال نے خود اس کی تشریح کی:

سلطانیٔ جمہور کا آتا ہے زمانہ
جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مٹا دو

وہ سلطانیٔ جمہور کا مطالبہ کرتے تھے یعنی ان کے خیال میں عوام اپنے آپ کے مالک ہونے چاہییں۔

اقبال محنت کش عوام کے دوست ہیں۔ سرمایہ اور محنت کی کش مکش میں انھوں نے محنت کا ساتھ دیا۔

بندۂ مزدور کو جا کر مرا پیغام دے

زمینداروں اور کسانوں کی کش مکش میں انھوں نے کسانوں کا ساتھ دیا:

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

امیروں اور غریبوں کی کش مکش میں انھوں نے غریبوں کا ساتھ دیا:

اٹھو مری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخِ امرا کے در و دیوار ہلا دو

اقبال نے اپنی نظموں سے ساری دنیا کو آگاہ کر دیا کہ وہ ہمیشہ مظلوم و محکوم عوام کا ساتھ دیتے ہیں۔ ان کی حمایت کرتے ہیں اور بے درد و بے رحم ظالموں کے خلاف جدوجہد کرنے میں ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

کون کس کو پالتا ہے؟

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved

یہ بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ نوآبادیت پرست کہتے ہیں کہ وہ نوآبادی اور نیم نوآبادی کے عوام کو پالتے ہیں ــــ
رمایہ داروں اور زمینداروں کا کہنا ہے کہ وہ مزدوروں اور کسانوں کو روٹی دیتے ہیں لیکن اقبال کا کہنا ہے کہ مزدور
اتھ "دستِ دولت آفریں" ہے۔ مزدور ہی دولت پیدا کرتے ہیں لیکن سرمایہ دار اس پر قبضہ کر لیتے ہیں۔

شکر کی لذت میں تو نے لٹوا گیا نقدِ حیات

ان ہی گیہوں بوتے ہیں مگر زمیندار اس کو چھین لیتے ہیں چنانچہ دہقاں کو میسر نہیں روزی ــــ یہ سب کچھ
نصاف اور ناحق ہے۔ اس لیے جدوجہد کے ذریعہ اس کو بدلنا چاہیے۔

جدوجہد کے لیے ہمت سے کام لینا اشد ضروری ہے۔ بظاہر طاقتور ظالموں سے خائف نہیں ہونا چاہیے:

گرماؤ غلاموں کا لہو سوزِ یقیں سے
کنجشکِ فرومایہ کو شاہیں سے لڑادو

رف ہمت کا میسر ہونا ناکافی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جدوجہد کی تدابیر بھی درکار ہیں۔

جدوجہد میں ہارنے کی وجہ کیا ہے؟

اس کو معلوم کرنے میں اقبال نے محنت کشوں کو مدد دی۔ سرمایہ داروں نے بہت سی چالیں چلیں۔ اقبال نے
ایک کر کے ان کا پردہ فاش کر دیا۔ اور یہ بھی بتایا کہ سرمایہ دار اکثر مزدوروں کو دھوکا دیتے ہیں اور ان کو اُڑ جانے
کوشش کرتے ہیں:

اے کہ تجھ کو کھا گیا سرمایہ دارِ حیلہ گر
شاخِ آہو پر رہی صدیوں تلک تیری برات

ان نے کہا کہ سرمایہ دار مختلف طریقوں سے مزدوروں کو بےحس و حرکت بناتے ہیں:

ساحرِ الموط نے تجھ کو دیا برگِ حشیش
اور تو اے بے خبر سمجھا اسے شاخِ نبات
نسل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ
خواجگی نے خوب چن چن کر بنائے مسکرات

ان سب کچھ کا تجزیہ کرنے کے بعد اقبال نے اس سوال کا جواب دیا کہ جدوجہد میں مزدوروں کو شکست کیوں ہوئی؟

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

انھوں نے اپنی شاعری میں یہ بھی لکھا:

ع کٹ مرا ناداں خیالی دیوتاؤں کے لیے

مزدوروں نے اس لیے بورژوا طبقے سے دھوکا کھایا، اس لیے خیالی بورژوا دیوتاؤں کے لیے کٹ مر کے ابھی وہ سیاسی طور پختہ ہیں۔ اس لیے ان کو آنے والی جدوجہد میں، آزمائشوں میں پورے اتر کر پختہ کاری حاصل کرنی چاہیے۔

اقبال نے اپنی نظموں میں عوام کو روشن مستقبل کا آئینہ دکھایا۔ انھوں نے لکھا:

اٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

یہاں "تیرے دور" سے مراد "سلطانیٔ جمہور کا زمانہ" ہے۔

یہ دونوں نظمیں اس صدی کے تیسرے عشرے کے آغاز میں اور چوتھے عشرے میں لکھی گئی ہیں۔ ان سے یہ ثابت ہوا کہ اس طوفانی زمانے میں اقبال زمانے کے آگے آگے چلتے ہیں۔ ان کی نظم سپاہی کے ہاتھ میں پکڑا ہوا ہتھیار ہے اور وہ یہ ہتھیار اٹھا کر نئے زمانے کے لیے جدوجہد میں شریک ہوتے ہیں۔ اس صدی کے آغاز میں اقبال تین سال تک مغرب میں ٹھہرے اور وہاں انھوں نے مغربی دنیا کا قریب سے مشاہدہ کیا۔ ان پر مغربی تہذیب کی سطحیت اور اسکے علمبرداروں کے استحصال کا اندازہ ہوا۔ اس کے بعد وہ مغربی دنیا کے بہت بڑے نکتہ چیں بن گئے۔ اقبال کی اسی طرح کی نظموں کی اشاعت سے بقول ایک نقاد کے:

"وہ ذہنی آتش فشاں اپنی اصلی شان سے نمودار ہوتا ہے جس کا نام اقبال ہے"۔

اقبال کی شاعری میں نہ صرف فکر کی گہرائی ملتی ہے بلکہ فن کا بلند رتبہ بھی نظر آتا ہے۔ فکر اور فن کا جیسا امتزاج اقبال کے ہاں ملتا ہے اس کی مثال اردو میں اور کہیں نہیں ملتی۔ اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اقبال نے اردو ادب کے لیے قیمتی خدمات سرانجام دی ہیں۔

اب میں بچوں کے ادب میں علامہ اقبال کی خدمات کے بارے میں کچھ اپنا خیال پیش کروں۔ لوگ کہتے ہیں کہ بچے وطن کے پھول ہیں۔ اقبال جب بڑوں کے لیے اپنی ادبی خدمات پیش کرتے تھے تو انھوں نے اپنے وطن کے پھولوں جیسے بچوں کو بھی فراموش نہیں کیا۔ انھوں نے بچوں کے لیے بھی نظمیں لکھیں۔ مثلاً بچے کی دعا ــــ ہمدردی ــــ پرندے کی فریاد ــــ ایک مکڑا اور مکھی ــــ ایک پہاڑ اور گلہری ــــ وغیرہ۔ حالانکہ ان میں کئی نظموں کے ساتھ "ماخوذ" لکھا ہوا ہے۔ پھر بھی ان میں بچوں کے ساتھ اقبال کی توقع ظاہر ہے۔

جب میں پاکستان میں تھی میں اکثر دیکھتی تھی کہ بچے بڑے جوش کے ساتھ "بچے کی دعا" سنایا کرتے تھے۔

روز میں سنتے سنتے متاثر ہو جاتی تھی اور سوچا کرتی تھی کہ اس مختصر سی نظم میں اقبال نے بچوں سے کتنی امیدیں وابستہ کر دیں۔

اقبال نے اس میں لکھا ہے کہ:

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنّا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری
دور دنیا کا مرے دم سے اندھیرا ہو جائے
ہر جگہ میرے چمکنے سے اجالا ہو جائے

ان کا خیال ہے کہ ہمیں شمع کی طرح دنیا کے لیے روشنی لے کر آنی چاہیے اور اس سے ساری دنیا میں اندھیرا دور ہو جائے دوسرے الفاظ میں ہمیں چاہیے کہ ساری دنیا کے عوام کی دل و جان سے خدمت کریں۔

اس کے بعد اقبال نے اپنے پیارے وطن کا ذکر کیا:

ہو مرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت

یہ اقبال کی امید ہے کہ بچے اپنے وطن سے محبت کریں اور اپنے وطن کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیں۔ بچے پھول جیسے ہیں اور وطن ان کا باغ ہے۔ پھول کے حسن سے وطن کی خوبصورتی اور شان و شوکت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

ہم اپنے آپ کو کیسے خوب صورت تر بنائیں؟

جواب یہ ہے کہ ہمیں اپنے آپ کو علم سے سجانا چاہیے:

زندگی ہو مری پروانے کی صورت یارب!
علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یارب!

یہاں اقبال کے خیال میں علم شمع جیسا ہے اور ہم پروانے کی طرح ہیں۔ پروانے شمع پر مرتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ علم کو اپنی جان سمجھیں اور محنت سے علم سیکھیں۔ جب ہم علم سے اپنے آپ کو خوب صورت اور قابل بنا لیں تو ہم حقیقی معنوں میں بنی نوع انسان اور اپنے وطن کی خدمت کر سکیں گے۔ چین اور پاکستان دونوں ترقی پذیر ملک ہیں اس لیے یہ اصول ہمارے لیے زیادہ اہم ہے۔

اقبال ہمدردی پر زور دیتے تھے اور کمزوروں کو مدد دینے پر نصیحتیں کرتے تھے:

ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا
درد مندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا

اپنے آس پاس کے کمزوروں کو، بے چاروں کو مدد دینے سے انکار کرتا، وہ اپنے وطن اور بنی نوع انسان کی کیسے خدمت کرتا؟

اپنی ایک اور نظم "ہمدردی" میں اقبال نے لکھا ہے:

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

س کا بھی یہی مطلب ہے۔

مختصر یہ کہ اقبال چاہتے تھے کہ بچے سیدھے راستے پر گامزن ہو جائیں اور گمراہ نہ ہوں:

مرے اللہ برائی سے بچانا مجھ کو
نیک جو راہ ہو اس رہ پہ چلانا مجھ کو

بچپن سے سیدھے راستے پہ چلتے ہوئے لوگ اپنے آپ کو نیک، وفادار اور سچے انسان بنا سکتے ہیں۔

"پرندے کی فریاد" میں اقبال نے آزادی سے محبت کے شدید جذبے کا اظہار کیا۔

"ایک مکڑا اور مکھی" میں انھوں نے سکھایا کہ خوشامد سے چوکس رہنا چاہیے کیونکہ لوگ اکثر خوشامد سن کر دھوکہ کھاتے ہیں۔

"ایک پہاڑ اور گلہری" میں انھوں نے اپنے اس نقطۂ نظر کا اظہار کیا کہ مغرور نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے ساتھ اپنے آپ کو ہیچ اور حقیر بھی نہیں سمجھنا چاہیے۔

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

پاکستان کے بچے خوش قسمت ہیں کیونکہ ان کو اقبال جیسے عظیم شاعر میسر ہیں جو ان کا ہر وقت خیال رکھتے تھے اور ان کو طرح طرح کی نصیحتیں دیتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ اقبال کی یہ نصیحتیں نہ صرف بچوں کے لیے، بلکہ بڑوں کے لیے، نہ صرف برصغیر جنوبی ایشیا کے لوگوں کے لیے بلکہ ساری دنیا کے لوگوں کے لیے قیمتی ورثے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اقبال ہمیشہ کیلیے ہمارے دلوں میں زندہ ہیں۔

جہاں تک چینی عوام کا تعلق ہے ہمارے کانوں میں اقبال کے وہ اشعار گونج رہے ہیں جو انھوں نے چینی عوام کے لیے لکھے تھے۔ ہم خوشی سے دیکھ رہے ہیں کہ آج چین اور پاکستان کے عوام ایک دوسرے کو اپنے عزیز بھائی سمجھتے ہیں۔ دونوں ممالک کے درمیان ثقافتی تبادلے میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ایک دوسرے کے ہاں طلبا بھیجے جاتے ہیں اور ادیب ایک دوسرے کے ہاں دورہ کرتے ہیں۔ ادھر چند سالوں سے پاکستان کی نظموں، ناولوں، افسانوں، ڈراموں کا اردو سے چینی میں ترجمہ ہوتا جا رہا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اشاعت کا کام بھی ہوتا جا رہا ہے۔ پاکستان کی فلموں اور ٹی وی ڈراموں کا بھی اردو سے چینی میں ترجمہ

ہوتا جا رہا ہے اور دکھائے جا رہے ہیں۔ پاکستان کے مشہور و معروف ادیب مثلاً ابراہیم جلیس، ابنِ انشا، میرزا ادیب وغیرہ نے چین کا دورہ کرنے کے بعد اپنا اپنا سفرنامہ لکھا اور اپنے دوست ملک چین کو زیادہ اچھی طرح سمجھنے میں پاکستان کے عوام کی مدد کی۔

پاکستانی عوام کی ایک دوست کی حیثیت سے مجھے یقین ہے کہ ہمارے کے اُس پار کا پڑوسی ملک پاکستان طاقتور ہوتا جائے گا، پاکستانی عوام خوشحال ہوتے جائیں گے اور چین پاک دوستی میں دن دونا رات چوگنا اضافہ ہوگا۔ پھر اردو ادب کی شائق کی حیثیت سے مجھے یقین ہے کہ اردو ادب میں علامہ اقبال جیسے اور کئی شعرا اور ادیب پیدا ہوں گے اور اردو ادب پھلتا پھولتا رہے گا۔

گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں

یہاں اب مرے رازداں اور بھی ہیں!

WWW.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006
اقبال سائبر لائبریری

ممتاز عالمِ دین مولانا مسعود عالم ندویؒ کے نام
علامہ اقبالؒ کے خط کا عکس

IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved ©2002-2006

عطیہ ـــــــ محمد یار گوندل ایم۔اے۔بی ایڈ لیاقت ماڈل ہائی سکول سا ہنیا تحصیل پھالیہ ضلع گجرات